سارا شگفتہ کی نظم میں تانیثی پیرائیہ اظہار

مجاہد حسین

Mujahid Hussain

Lecturer, Department of Urdu,

Govt.Degree College for Boys, Shalimar Town, Lahore.

Abstract:

Sara Shagufta is a popular poetess of modern era. She has discussed feminism in her poetry. In this article Mr.Mujahid Hussain examined the delicate feminine sentiments of Sara Shagufta in her poetry. A great poetess having multi-dimensional poetry but revolving around the feminism. She left two memorable books in world of Urduliterature. Her poetry reflect different shades of feminism. Her poetry seems to be getting matured from Aankhen as she passes through the hardship of life from spinster-hood to motherhood and then deceitfulness to divorce. She stands first among the equal due to her unique style of Nasri Nazm and her contribution in literature.

سارا شگفتہ کی شاعری وفورِ جذبات سے بھرپور ہونے کے باوصف تانیثی شعور کی بہترین شارح ہے۔ ان کے ہاں ہر جذبہ اور رجحان شدت رکھتا ہے دراصل یہ غریب عورت کی کتھا معلوم ہوتی ہے جس نے ساری زندگی ایک جھونپڑی میں گزاردی۔ جو نکاح کرتی ہے تو قاضی کی فیس کے لیے پیسے بھی نہیں ہیں اور عروسی لباس بھی اپنی دوست سے ادھار مانگتی ہے۔ یہ سارا شگفتہ ہے جو اپنے مردہ بچے کو جنم دیتی ہے تو ہسپتال کا بل دینے سے قاصر ہے وہ شاعری تو کرتی ہے مگر شاعرہ کہلوانا اسے پسند نہیں ہے۔ اپنی کتاب ''آنکھیں'' کے دیباچے میں لکھتی ہیں:

> ''میں نے دودھ کی قسم کھائی۔ شعر میں لکھوں گی شاعری میں کروں گی۔ میں شاعرہ کہلاؤں گی لیکن تیسری بات جھوٹ ہے، میں شاعرہ نہیں ہوں۔ مجھے کوئی شاعرہ نہ کہے شاید میں کبھی اپنے بچے کو کفن دے سکوں، آج چاروں طرف سے شاعرہ شاعرہ کی آوازیں آتی ہیں لیکن ابھی تک کفن کے پیسے پورے نہیں ہوئے۔''(۱)

سارا شگفتہ ۳۱ اکتوبر ۱۹۵۴ء کو گوجرانوالہ میں پیدا ہوئیں وہ اردو اور پنجابی میں شاعری کرتی تھیں ان کی شاعری کی مرغوب صنف نثری نظم ہے جو ان کے لیے ایک الگ اسلوب سے مرصع تھی۔ غریب اوران پڑھ خاندانی پس منظر کے باوجود وہ

پڑھنا چاہتی تھیں مگر میٹرک بھی نہ کرسکیں ان کی سوتیلی ماں کم عمر کی شادی اور پھر مزید تین شادیوں (ان کے دو شوہر شاعر تھے) نے انھیں ذہنی اذیت میں مبتلا کر دیا۔ انھیں دماغی امراض کے ہسپتال بھیجا گیا جہاں انھوں نے خودکشی کی ناکام کوشش کی ۴جون ۱۹۸۴ء کو انھوں نے کراچی میں ٹرین کے نیچے آ کر جان دے دی۔ ان کی وفات کے بعد ان کی شخصیت پر امرتا پریتم نے ''ایک تھی سارا'' اور انور سن رائے نے ''ذلتوں کے اسیر'' کے نام سے کتابیں تحریر کیں اور پاکستان ٹیلی ویژن نے ایک ڈراما سیریل پیش کیا جس کا عنوان ''آسمان تک دیوار'' تھا۔ سارا نے اردو ادب میں دو شعری مجموعے ''آنکھیں'' اور ''نیند کا رنگ'' چھوڑے ہیں۔ ان کی شاعری پر تبصرہ کرتے ہوئے قمر جلیل لکھتے ہیں:

> ''سارا شگفتہ کی شاعری کی رسائی ان حقیقتوں تک ہوتی ہے جہاں تک ہمارے نثری نظم لکھنے والوں کی رسائی کبھی نہیں ہوئی۔ وہ اعلیٰ ترین ذہنی اور شعری صلاحیتوں کی مالک ہے انسانی نفس کے ادراک میں جو قدرت اسے حاصل ہے وہ ہم سے کسی کو حاصل نہیں۔''(۲)

سارا کی شاعری عورت کے جذبات سے لبریز نظر آتی ہے جو عملی تجربے کے مرہون منت ہے ان کی بعض نظموں میں عورت کی پوری تاریخ نظر آتی ہے۔ اسی طرح اگر اردو شاعری پر نظر ڈالیں تو معلوم ہوتا ہے کہ مرثیے میں پہلی بار عورت کی فطرت اور اس کے کردار کو فطری طور پر پیش کیا گیا لیکن یہ عورتیں مقدس خواتین میں شمار ہوتی تھیں اس لیے ان کی کردار نگاری میں عقیدت واحترام کا پہلو غالب آ گیا۔ مثنویوں میں عورت کا کردار قدرے کھل کر سامنے آیا۔ لیکن ''سحر البیان'' اور ''گلزارِ نسیم'' کے علاوہ دوسری بہت سی مثنویوں میں نسوانی جذبات کا اظہار زیادہ تر جنسی احساسات ہی کے حوالے سے ملتا ہے اس حوالے سے ڈاکٹر رشید امجد کے ایک مضمون ''پاکستان کی اردو شاعرات'' سے ایک اقتباس ملاحظہ ہو:

> ''۱۸۵۷ء کے بعد نئے معاشرے کی تعمیر میں عورت کی اہمیت کو سبھی نے محسوس کیا۔ تعلیم نسواں اور تربیت نسواں اس دور کے اہم مسائل ہیں شاعری میں حالی اور اکبر نے عورتوں کی تعلیم وتربیت کی طرف توجہ دی اور ان کی کئی نظموں کا موضوع عورت ہے۔ اقبال نے بھی وجودِ زن سے ہے تصویرِ کائنات میں رنگ کہہ کر عورت کی اہمیت کو تسلیم کیا۔ بیسویں صدی کے تیسرے عشرے میں رومانی تحریک کے شعرا نے خاص طور پر محبوب کے لیے تانیث کا صیغہ استعمال کیا۔ بلکہ اختر شیرانی نے تو عذرا اور سلمیٰ کے نام رکھ کر محبوب کا تصور دیا۔ ترقی پسند تحریک نے بھی عورت کو اس صیغے میں رکھ کر مخاطب کیا اور محبوب کے لیے تانیث کے صیغے کو استعمال کیا اور اسے گھر کے آنگن میں دیکھنے کی روایت ڈالی۔''(۳)

اس ساری بحث سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اردو شاعری میں عورت کو بطور موضوع پیش کیا گیا مگر اس کے جذبات تجربات اور معاملاتِ زندگی کا ذکر سوائے خود عورت کے اردو شاعری میں کہیں نظر نہیں آتا۔ ان تجربات اور معاملات کو عورت نے ہی رقم کیا ہے جو اس کا عملی تجربہ بھی رہا ہے۔ اگر کہا جائے کہ عورت کے ہاں شعری تجربہ اس کے تخلیقی اور عملی تجربے کی آمیزش کا نام ہے جو بے جا نہ ہوگا۔ سارا شگفتہ کی شاعری پر تبصرہ کرتے ہوئے ڈاکٹر قاضی عابد لکھتے ہیں:

> ''سارا شگفتہ کا مسئلہ سماجی ناہمواری اور اپنی معاشرتی شناخت کا رونا نہیں ہے۔ سارا کے پاس بہت بڑے بڑے سوال ہیں وہ ایک عورت کے تشخص کے ازلی قیدی ہونے پر سراپا

احتجاج بھی ہے اور اپنے گھٹن کے جبلی جذبوں کی متلاشی بھی۔''(۴)

سارا کے پہلے شعری مجموعے کا نام آنکھیں ہے اور یہ لفظ ان کی شاعری میں کلیدی حیثیت کا حامل بھی ہے دراصل سارا کی آنکھیں خوشی سے محروم ہیں اس نے دکھ اور غم دیکھے ہیں یہ لفظ ان کے ہاں بار بار آتا ہے اور ہر بار ایک نئی اذیت کا اثر چھوڑ جاتا ہے۔اب ذرا ان سطور پر غور کریں:

وہ آنسو جو میرے مرنے کے بعد میرے دامن کو تر کریں
اُنھیں اِنھیں آنکھوں میں رہنے دینا
یہ آنکھیں ہیں کہ زخم (۵)

میرے سپنوں کا داغ آنکھیں ہیں
میری قبر مجھے چھپ کر دیکھ رہی ہے(۶)

میں آنکھوں سے مرتی
تو قدموں سے زندہ ہو جاتی (۷)

ان تمام مصرعوں میں کرب کا ایک تسلسل نظر آتا ہے جو مختلف کیفیات کا حامل ہے۔ایک اور جگہ آنکھوں کو مرے ہوئے بچے بھی کہا ہے:

میری آنکھیں مرے ہوئے بچے ہیں
اور پھر میری ٹوٹ پھوٹ
سمندر کی ٹوٹ پھوٹ ہو جاتی ہے(۸)

ان مصرعوں کے پیچھے سارا کی زندگی کا تجربہ کارفرما ہے۔یہاں سمندر ایک کربِ مسلسل کا استعارہ بھی ہے وہ جو کچھ دیکھتی اور سہتی گئی اسے اپنے تخلیقی تجربے میں ڈھالتی گئیں۔اپنے پہلے مجموعے ''آنکھیں'' کے دیباچے میں لکھتی ہیں:

''میرے پاس مردہ بچہ اور پانچ روپے تھے
میں نے سسٹر سے کہا میرے لیے اب مشکل ہے
ہسپتال میں رہنا۔میرے پاس فیس کے پیسے نہیں ہیں
میں لے کر آتی ہوں بھاگوں گی نہیں
تمھارے پاس میرا مردہ بچہ امانت ہے اور
سیڑھیوں سے اتر گئی۔''(۹)

سارا شگفتہ اور امرتا پریتم کی گہری دوستی تھی ایک عرصے تک دونوں میں خط وکتابت کا سلسلہ جاری رہا سارا اپنے مسائل اور دکھ درد امرتا سے خط میں بیان کر دیتی اور امرتا خط کے جواب میں اسے تسلی دیتی اور اس کی ڈھارس بندھاتی سارا کی وفات کے بعد اس کے شعری مجموعے کو بھی امرتا ہی نے ترتیب دیا اور ان خطوط کو بھی ''ایک تھی سارا'' کے عنوان سے شائع کیا۔

اپنے ایک خط میں سارا لکھتی ہیں:

''امرتا! آنکھیں دو جڑواں بہنیں ہیں ایک تیرے گھر بیاہی گئی دوسری میرے گھر۔ تمہاری زندہ آنکھوں کو سلام کرتی ہوں میرا تو یہ حال ہے۔۔۔۔ میں نے سمندر کا رنگ چرایا تھا تو فرش بنایا تھا۔ آنکھوں کے رنگ چرائے تھے تو دیواریں بنائی تھیں۔''(۱۰)

سارا کی شاعری میں جنسی جذبے کی آواز صاف سنائی دیتی ہے مگر اس کے ساتھ ساتھ تانیثی شعور بھی کارفرما نظر آتا ہے ان کی نثری نظمیں عورت اور نمک، سوگندھی، شبلی کی بیٹی کے نام اِس کی بہترین مثالیں ہیں:

بازاروں میں تمہاری بیٹیاں
اپنے لہو سے بھوک گوندتی ہیں
اور اپنا گوشت کھاتی ہیں
یہ تمہاری کون سی آنکھیں ہیں(۱۱)

ان اشعار میں عورت کی ایسی تصویر پیش کی گئی ہے جو اردو شاعری کی روایت میں بہت کم نظر آتی ہے۔ یہاں عورت کا استحصال ہو رہا ہے اور سماج نے آنکھیں بند کر رکھی ہیں۔ یہ تمہاری آنکھیں ہیں کہہ کر سارا ایک طرف سماجی رویے پر طنز کر رہی ہے تو دوسری طرف ان کے مردہ ضمیر کو بیدار کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔ یہاں آنکھیں کہہ کر آنکھوں کی نفی بھی کی ہے وہ آنکھیں جو عورت کا دکھ نہیں دیکھ سکتیں اندھی ہیں سارا کی شاعری میں ایسا ایہام جگہ جگہ نظر آتا ہے۔ سارا کی شاعری میں لفظ کفن کثیر المعانی حیثیت کا حامل ہے اپنی نظموں میں وہ کفن کو بطور علامت بھی استعمال کرتی ہیں اور یہ کفن ان کی غربت کی داستان بھی بیان کرتا ہے۔ ذرا اِن مصرعوں پر غور کریں۔

میں کفن ہارنے چلی تھی
اور مٹی دریافت کر بیٹھی(۱۲)

سارا لفظ کفن کو بدل بدل کر مختلف معانوں میں استعمال کرتی ہے۔ یہ کفن اس وقت سارا کے غم کا داستان گو ہے جب اس کا بیٹا مردہ حالت میں ہے اور اس کے پاس کفن کے پیسے نہیں ہیں اور ایک جگہ یہی کفن ہمت اور امید کی علامت نظر آتا ہے جب وہ کہتی ہے:

ہم سر پہ کفن باندھ کر پیدا ہوئے ہیں
کوئی انگوٹھی پہن کر نہیں(۱۳)

ساختیاتی نقطہ نظر کے تحت لفظ کی معنویت کے فرق سے کثیر الجہاتی ہو جاتا ہے۔ گویا ایک لفظ مختلف صورتوں میں مختلف معانی کا حامل ہوتا ہے۔ سارا کی شاعری میں الفاظ کا کثیر الجہاتی تصور واضح طور پر دیکھا جا سکتا۔ کفن اور آنکھیں جیسے الفاظ اس کی واضح مثال ہیں۔ ڈاکٹر قاضی افضال حسین نے سارا کی نظموں کو تانیثی اظہار کا نیا رخ بتایا ہے یاد رہے سارا کی نظم کسی ایک Content کا تشریحی اظہار یہ نہیں ہے۔ نظم اپنے وجود میں کئی تمثالوں اور کئی طرح کی فکروں کا ادغام رکھتی ہے جو مختلف جھلکیوں Flashes میں اپنا مدعا بیان کرتی جاتی ہے۔ قاضی صاحب کا کہنا ہے:

''استعارہ سازی کے روایتی طریقہ کار کی بجائے سارا نے نظم کی تعمیر میں مجاز کی دوسری اقسام

سے کام لیا ہے۔ مثلاً اسما کی جگہ ان کی صفات یا اشیا سے منسوب اپنے تجربات کو خود اشیا کی جگہ نظم کر کے سارا نے تخلیقی زبان کی ایک یکسر نئی جہت ایجاد کی ہے۔۔۔۔لفظ کے مجازی اور لغوی دونوں جز و متن میں موجود رہتے ہیں۔'' (۱۴)

سارا نے اپنی نظم آدھا کمرہ میں راں بو، فرائڈ سارتر کیٹس، سیفو، شیکسپئر، گوئٹے، سعدی اور غالب کا ذکر کیا ہے۔ اس نظم کے سیاق پر غور کیا جائے تو سارا کی نفسیات نظر آتی ہے وہ ایک غریب شاعر کی بیوی ہے جسے فلسفے اور منطق کی بجائے پیٹ کی آگ بجھانے کی فکر ہے۔ لکھتی ہیں:

''میں نے شاعر سے کہا لڑکا پیدا ہوا تھا مر گیا ہے۔ اس نے سرسری سنا اور اپنے شاعر اور نقاد دوستوں کو بتایا کمرے میں دو منٹ کی خاموشی رہی اور تیسرے منٹ گفتگو شروع ہو گئی۔ فرائڈ کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے۔ راں بو کیا کہتا ہے؟ سعدی نے کیا کہا ہے۔'' (۱۵)

یہ نظم ایک وسیع تجربے کی حامل ہے جو سارا کا ذاتی تجربہ ہے جب وہ اپنے بیٹے کو جنم دیتی ہے تو سارا کا شوہر اپنے شاعر دوستوں پر کسی فلسفیانہ اور ادبی بحث میں مصروف ہے اسے اپنی بیوی کی کوئی فکر نہیں ہے۔ اس نظم کا دوسرا موضوع ماںتا ہے جو اپنے دکھ کو اکیلی سہتی اور محسوس کرتی ہے مرد میں وہ جذبہ کہاں جو ایک ماں اپنے بچوں کے لیے رکھتی ہے سارا اس نظم میں ایک طرف عورت اور ماںتا کو موضوعِ سخن بناتی ہے تو دوسری طرف اپنے شوہر کی بے مروتی کا بھی ڈنڈھورا پیٹ رہی ہے یہی نہیں اگر وسیع تناظر میں دیکھا جائے تو یہ غم معاشرے کی ہر عورت کا غم ہے جہاں مرد بچہ پید کرنے کے لیے عورت کو اکیلا چھوڑ دیتا ہے جو درد سہتی ہے پریشانی برداشت کرتی ہے اور کسی ناگہانی مصیبت کی صورت میں سب سے زیادہ دکھ بھی اسی کو ہوتا ہے۔ مرد اس کیفیت سے دوچار نہیں ہو سکتا یا شاید اس حد عورت کے دکھ میں شریک نہیں ہوتا۔ یہ نظم تانیثی شعور کی حامل بھی ہے اور دوسری طرف نفسیاتی رویے کی عکاس بھی۔ ''شیلی بیٹی کے نام'' بھی سارا کی بہترین نظموں میں سے ایک ہے جو ایک طرف تو جذبات سے بھرپور ہے جب کہ دوسری طرف تانیثی رجحان کی حامل بھی ہے چند مصرعے ملاحظہ ہوں:

تجھے جب بھی کوئی دکھ دے
اس کا نام بیٹی رکھنا
جب میرے سفید بال
تیرے گالوں پہ آن ہنسیں، رو لینا
میرے خواب کے دکھ پہ سو لینا
جن کھیتوں کو ابھی اگنا ہے
ان کھیتوں میں
میں دیکھتی ہوں تیری انگیا بھی
بس پہلی بار ڈری بیٹی
میں کتنی بار ڈری بیٹی
ابھی پیڑوں میں چھپے تیر کمان ہیں بیٹی

میرا جنم تو ہے بیٹی
اور تیرا جنم تیری بیٹی(۱۶)

سارا نے عورت کو دکھ کا دوسرا نام قرار دیا ہے سارا شگفتہ کی تانیثیت عورت کے حیاتیاتی وجود کی روشنی لیے ہوئے بدن کے روزن سے جھانکتی ہے۔ عورت کیا ہے؟ کیا نہیں ہے؟ عورت کو کیا ہونا چاہیے اور عورت کیوں وہ نہیں جو وہ تھی؟ یہ وہ بنیادی سوال ہیں جو سارا کے کربناک وجود سے ایک عورت بن کر صفحہ در صفحہ پھیلتے ہوئے نظر آتے ہیں سارا شگفتہ کا کمال یہ ہے کہ اس نے اپنے انسان ہونے کے ساتھ ہی اپنے عورت ہونے کے احساس کو باور کرایا ہے۔ بلکہ وہ کہیں کہیں انسان سے زیادہ ایک عورت بن جاتی ہے۔ اس تمام بحث کی روشنی میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ سارا شگفتہ اردو نظم میں تانیثی مطالعے کی سب سے جاندار آواز ہے انتقادِ نسواں کا اطلاقی مطالعہ جس طرح سارا شگفتہ کی نظموں کے حوالے سے کیا جا سکتا ہے وہ شاید اردو کی کسی اور شاعرہ سے ممکن نہیں۔

حوالہ جات

۱۔ سارا شگفتہ، آنکھیں، لاہور: فکشن ہاؤس، ۲۰۰۲ء، ص:۱۲

2. www.urduweb.org,sarashagufta

۳۔ رشید امجد، ڈاکٹر، جدید ادبی تناظر، راول پنڈی: الفتح پبلی کیشنز، ۲۰۱۲ء، ص:۹۶

۴۔ عقیل احمد صدیقی، اہم پاکستانی شاعرات، مشمولہ: اردو ادب اور تانیث، مرتب: ڈاکٹر قاضی عابد، اسلام آباد؛ پورب اکادمی، ۲۰۰۲ء، ص:

۵۔ سارا شگفتہ، آنکھیں، ص:۱۵۱

۶۔ ایضاً، ص:۲۴

۷۔ ایضاً، ص:۲۶

۸۔ ایضاً، ص:۲۸

۹۔ ایضاً، ص:۱۰

۱۰۔ امرتا پریتم، ایک ساتھی سارا، لاہور: فکشن ہاؤس، ۲۰۱۳ء، ص:۸۹

۱۱۔ سارا شگفتہ، آنکھیں، ص:۵۲

۱۲۔ ایضاً، ص:۴۹

۱۳۔ ایضاً، ص:۵۳

۱۴۔ افضال حسین، قاضی، متن کی تانیثی قرات، مشمولہ: مابعد جدیدیت: نظری مباحث، از ڈاکٹر ناصر عباس نیر، ملتان: بیکن بکس ہاؤس، ۲۰۱۴ء، ص:۲۴۶

۱۵۔ سارا شگفتہ، آنکھیں، ص؛۱۱۔۱۰

۱۶۔ ایضاً، ص:۳۰۴

☆......☆......☆